مذہب اہل بیت علیہم السلام میں تکفیر کی شرعی حیثیت

سید رمیز الحسن موسوی*
srhm2000@yahoo.com

مسئلہ تکفیر ایک عرصے سے اسلامی مسالک وفرِق کے درمیان نزاع کا باعث بنا ہوا ہے۔ ہر دور میں سامراج سے وابستہ بعض گرہوں نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کی سعی کی ہے۔ گویہ سلسلہ اب فقط امامیہ مسلک تک ہی محدود نہیں رہا، بلکہ سامراج کی سیاسی ضرورت کے تحت اہل تسنن کے مختلف گروہ بھی تکفیر کے ہتھیار کا نشانہ بننے لگے ہیں۔ تکفیر کی تعریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ تکفیر، ایمان کے بعد کفر کو کہتے ہیں۔
کسی مسلمان کی تکفیر کا مسئلہ ایک حساس مسئلہ ہے اور بغیر کسی شرعی دلیل کے کسی کی تکفیر نہیں کی جاسکتی۔ خدا کے انکار، حضرت محمد (ص) کی رسالت کے انکار، قیامت کے انکار اور ضروریات اسلام میں سے کسی ایک کے انکار کے سبب کسی بھی مسلمان کی تکفیر کی جاسکتی ہے۔ لیکن اسی وقت کسی مسلمان کی تکفیر کی جاسکتی ہے کہ جب وہ اپنے قول وفعل کے ذریعے مذکورہ مسلمہ عقائد کی نفی کرکے اپنی تکفیر کے اسباب فراہم کردے۔ کسی مسلمان کی تکفیر پر بہت سے فقہی اور معاشرتی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ کسی کی تکفیر، درحقیقت اس کی موت کا حکم صادر کرنے کے برابر ہے۔ اس لئے ہر شخص کو کسی دوسرے مسلمان کی تکفیر کا حق حاصل نہیں ہے؛ بلکہ فقط عادل اور اسلامی احکام سے آگاہ فقہاء ہی کسی مسلمان کے کردار وگفتار کے بارے میں فیصلہ دینے کا حق رکھتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق (ع) فرماتے ہیں: توحید اور رسالت کی گواہی دینے کا نام اسلام ہے۔ اسلام لانے سے خون محفوظ ہو جاتا ہے، نکاح درست قرار پاتا ہے اور میراث مل جاتی ہے۔ ایک اور مقام پر امامؑ فرماتے ہیں: ''ملعون ہے، ملعون ہے وہ شخص جو کسی مسلمان پر کفر کی تہمت لگائے، مسلمان کی تکفیر، اُسے قتل کرنے کے برابر ہے۔'' انہی فرامین کی بنا پر شیخ صدوق کتاب ''ھدایہ'' میں لکھتے ہیں: اسلام، شھادتین کی گواہی دینے کا نام ہے اور اس کے ذریعے جان ومال محفوظ ہو جاتے ہیں اور جو بھی لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کہے اُس کی جان ومال محفوظ ہے۔ فقہائے امامیہ کے نزدیک تازہ مسلمان اور منکر وصایت وجانشینی حضرت علی (ع) کی تکفیر جائز نہیں ہے۔ لیکن خوارج، نواصب، بت پرستوں، مُجسّمہ ومشبّھہ، مجّبرہ، مفوّضہ، اللہ تعالیٰ کو دشنام دینے والوں، انبیائے کرام، پیغمبر اکرم، ائمہ طاہرین اور حضرت فاطمہ الزہراء (س) کو دشنام دینے والوں نیز ملائکہ کو دشنام دینے والوں، غالیوں اور اسلام کی توہین کرنے والوں کی تکفیر جائز ہے۔

تمہید

گذشتہ شمارے میں ہم نے مذہب اہل بیت علیہم السلام کی روشنی میں کفر وکافر کے مفہوم کی وضاحت پیش کرتے ہوئے اس مسئلے کے بارے میں ائمہ اطہار علیہم السلام کی روایات کی روشنی میں بحث کی تھی۔ اس شمارے میں اسی موضوع سے متعلق ایک اور معرکۃ الآراء مسئلے کی شرعی حقیقت بیان کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ وہ ہے مسئلہ تکفیر جو ایک عرصے سے اسلامی مسالک وفرِق کے درمیان نزاع کا باعث بنا ہوا ہے، یہاں تک کہ ایک گروہ دوسرے مسلمانوں کی تکفیر کی وجہ سے ''تکفیری'' گروہ کہلانے لگا ہے۔ اس سلسلے میں جو چیز انتہائی اہم ہے وہ یہ کہ تکفیری گروہ نے یہ ہتھیار سب سے زیادہ امامیہ مسلک کے خلاف استعمال کیا ہے اور ہر دور میں تکفیر کے ہتھیار سے مسلمانوں کی ایک جماعت کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کی سعی کی ہے۔ گو کہ یہ سلسلہ اب فقط امامیہ مسلک تک ہی محدود نہیں رہا، بلکہ سامراج کی سیاسی ضرورت کے تحت اہل تسنن کے مختلف گروہ بھی اس تیر کا نشانہ بننے لگے ہیں۔
اس تحریر میں قرآن وسنت اور شریعت اسلامیہ میں مسئلہ تکفیر کی حقیقت کو سمجھنے کی سعی کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ مذہب امامیہ میں شرعی طور پر تکفیر کے مختلف اسباب اور پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ مذہب اہل بیت علیہم السلام میں کس شخص کی تکفیر جائز ہے اور کس کی تکفیر جائز نہیں۔

*۔مدیر مجلّہ سہ ماہی "نور معرفت" نور الہدیٰ مرکز تحقیقات (نمت) بھارہ کہو، اسلام آباد

تکفیر کا لغوی معنیٰ

جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ کلمہ تکفیر مادۂ ''کفر'' سے ہے اور کسی کو کافر کہنے، چھپا لینے، معاف کرنے اور کفارہ دینے کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ (1) البتہ دوسرے معانی کے علاوہ کسی سے کفر کی نسبت دینا اور اُسے کافر قرار دینا اس کے مشہور معانی میں سے ہے۔ اس نسبت کی وجہ سے کفر سے متصف شخص دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے اور اس پر احکام اسلام لاگو نہیں ہوتے۔ یعنی اُس کے ساتھ مسلمانوں والے تعلقات برقرار نہیں کئے جا سکتے۔

ماہیت تکفیر

گذشتہ مقالہ میں کفر کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ اور کفر کی حقیقت کو شرعی حوالے سے ذکر کیا گیا ہے اور کافر کی ماہیت اور مراتب بھی ذکر ہو چکے ہیں۔ اس سے کسی حد تک کلمہ تکفیر بھی لغوی و اصطلاحی لحاظ سے واضح ہو گیا ہے۔ جس کے مطابق کسی سے کفر کی نسبت دینے کو تکفیر کہا جاتا ہے۔ تکفیر کا یہ معنیٰ مشہور ہے اور اکثر کتب لغت میں اس کے دوسرے معانی کے ساتھ ساتھ کسی کو کافر کہنا بھی تکفیر کہلاتا ہے۔ تکفیر کی اس تعریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ تکفیر، ایمان کے بعد کفر کو کہتے ہیں یا جو لوگ پہلے اسلام قبول کر لیتے ہیں یا پیدائشی مسلمان ہوتے ہیں، لیکن بعد میں اسلام کے کسی اصول یا ضروریات میں سے کسی ایک کا انکار کر کے دوبارہ کفر کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ اور دینی اصطلاح میں مرتد ہو جاتے ہیں اُن کو کافر کہا جاتا ہے یا اُن کی تکفیر کی جاتی ہے۔ البتہ شرعاً تکفیر شدہ شخص کا ارتداد واضح ہونا چاہیے تاکہ اس پر اس پر ارتداد کے احکام مرتب ہو سکیں۔ اگر اس کا ارتداد ثابت نہیں ہوتا اور اس بارے میں شک و شبہ ہوتا ہے تو اس کو اسلام کے دائرے سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا اور اس کے ساتھ کفر کی نسبت دینا گناہان کبیرہ میں سے شمار ہوتا ہے لہٰذا کسی مسلمان کی تکفیر کا مسئلہ ایک حساس مسئلہ ہے، جسے بغیر کسی شرعی دلیل اور ثبوت کے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

کفر کی اقسام

کفر تین طرح سے ہو سکتا ہے:

الف: ارتداد

یعنی، کوئی مسلمان دین اسلام کو چھوڑ کر یہودی، عیسائی، مجوسی یا صابئی مذاہب میں سے کسی ایک کا پیروکار بن جائے، اس قسم کے کفر کو ارتداد کہتے ہیں جس کے خاص احکام ہیں۔

ب: شرک

یعنی، کوئی مسلمان پروردگار عالم کی وحدانیت اور یکتائی کے عقیدے سے ہاتھ اٹھا کر متعدد خداؤں کا معتقد ہو جائے۔ اس قسم کے کفر کو شرک کہتے ہیں، اس پر بھی خاص احکام لاگو ہوتے ہیں۔

ج: ضروریات دین کا انکار

یعنی، دین کے بعض ضروری عقائد میں سے کسی ایک کا انکار کرنا۔

اسباب تکفیر

فقہائے امامیہ، آیات و روایات اور مذہب کے کلی اصولوں کی روشنی میں چند چیزوں کو اسلام و کفر کی حد قرار دیتے ہیں، یعنی اگر کوئی مسلمان واقعاً یا ظاہراً اُن چیزوں میں سے کسی ایک کا یا تمام چیزوں کا انکار کرے تو وہ مسلمان باقی نہیں رہتا اور اس کی تکفیر کی جا سکتی ہے۔ وہ چیزیں یہ ہیں:

۱۔ وجود خدا کا انکار

ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان رکھتا ہو اور اُسے اپنا اور پوری کائنات اور اس میں موجود مخلوقات کا پروردگار جانتا ہو۔ بنابریں اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے کے بارے میں ہر قسم کا شک و شبہ یا انکار، تکفیر کا سبب بن جاتا ہے۔

۲۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا انکار

ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوسرے انبیائے کرام (ع) کے علاوہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت پر ایمان رکھتا ہو۔ پس آپؐ کی نبوت ورسالت کا انکار یا آپؐ کے جھوٹے ہونے کا اعتقاد یا آپؐ کی جانب سے لائی ہوئی شریعت کے جھوٹے ہونے کا اظہار یا بطور کلی آپؐ کے بارے میں ہر قسم کے منفی عقیدے کا اظہار انسان کی تکفیر کا سبب بن جاتا ہے۔

۳۔ قیامت کا انکار

اسلام کے دائرے میں داخل ہونے کے لئے روز آخرت یعنی؛ قیامت پر اعتقاد رکھنا بھی ضروری ہے۔ بہت سی آیات قرآن ہیں قیامت پر اعتقاد کو اللہ تعالیٰ کی توحید و وحدانیت کے اعتقاد کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً:

"'۔۔۔وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔۔۔۔" (2)

"۔۔۔۔۔اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِااللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔۔۔" (3)

"۔۔۔اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔۔۔۔" (4)

لہٰذا فقہاء قیامت پر عقیدے کو بھی مسلمانوں کے کلی عقائد کا ایک حصہ قرار دیتے ہیں اور اس کے انکار کو تکفیر کا سبب سمجھتے ہیں۔

۴۔ ضروریات اسلام میں سے کسی ایک کا انکار

جو چیزیں تمام مسلمانوں کے نزدیک متفق علیہ ہیں اور وہ انہیں اسلام میں شمار کرتے ہیں، ان کا انکار نہیں کرنا چاہئے، جیسے نماز، روزہ اور حج کا وجوب یا شراب نوشی، سود کھانے، محرموں سے شادی بیاہ کرنے وغیرہ کی حرمت یا اس جیسی اور چیزیں کہ جن کے حکم سے تمام مسلمان واقف ہیں، انہیں ضروریات دین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ضروریات دین خواہ عقائد ہوں یا احکام یا گزشتہ انبیاء (ع) کی نبوتیں کہ جن کا ذکر قرآن کریم میں ہوا ہے، ان پر اعتقاد رکھنا ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

جو شخص کسی بھی ضرورت دین کا انکار کرے اس کی تکفیر جائز ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ بھی مسلمانوں کی تکفیر کے اہم ترین اسباب میں سے شمار ہوتا ہے۔ کیونکہ کم ہی کوئی ایسا شخص ملے گا جو پروردگار عالم کے وجود اور نبی اکرم (ص) کی نبوت کا انکار کرتا ہو، لیکن ہو سکتا ہے کوئی شخص نماز، روزہ، حج وغیرہ جیسی ضروریات اسلام کے انکار کرنے اپنی تکفیر کے اسباب فراہم کردے۔

کیا فقط ضروریات دین میں سے کسی ایک ضرورت دین کا انکار کرنا کسی مسلمان کی تکفیر کا سبب بن جاتا ہے؟ اس بارے میں فقہاء میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ بعض فقہاء فقط کسی بھی ضروری دین کے انکار کو کفر کا باعث جانتے ہیں، لیکن بعض مشہور فقہاء کے نزدیک تنہا کسی ضرورت دین کا انکار تکفیر کا سبب نہیں بنتا بلکہ اگر اُس ضرورت دین کے انکار کی بازگشت رسول خدا (ص) کی نبوت کے انکار کی طرف ہوتی ہو یا آپؐ کے احکام میں شک و شبہ کا باعث بنتا ہو تو وہ باعث تکفیر ہے۔ جیسا کہ امام خمینیؒ، کافر کے نجس ہونے کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

"الكافر، وهو من انتحل غير اسلام، أوانتحله وجحدمايعلم من الدين ضرورة، بحيث يرجع جحوده الى انكار الرسالة۔ اوتكذيب النبي صلى الله عليه وآله وسلم، او تنقيص شريعة المطهرة، اوصدر منه ما يقتضي كفره من قول اوفعل۔" (5)

یعنی: "کافر سے مراد ایسا شخص ہے جو غیر اسلام کی طرف رغبت رکھتا ہو یا یہ کہ اسلام کی طرف رغبت رکھتا ہے، لیکن یہ جاننے کے باوجود کہ فلاں چیز ضروریات دین میں سے ہے، پھر بھی اس کا اس طرح انکار کرے کہ جس کی بازگشت رسالت کے انکار یا پیغمبر اکرمؐ کے جھوٹا ہونے یا شریعت مطہرہ کے ناقص ہونے کی طرف ہوتی ہو یا اس سے ایسا کلام صادر ہو جو اس کے کفر کا موجب بنے"۔

اسی طرح آیت اللہ العظمٰی سید علی خامنہ ای ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"لوكان انكاره لشئي من ضروريات الدين راجعاً الى انكار الرسالة، اوتكذيب نبي الاسلام صلى الله عليه وآله، او الى تنقيص الشريعة فهو كفر وارتداد۔" (6)

یعنی: "اگر ضروریات دین میں سے کسی چیز کے انکار کی بازگشت، نبوت کے انکار یا پیغمبر اسلام (ص) کی تکذیب یا شریعت کی تنقیص کی طرف ہوتی ہو تو یہ کفر وارتداد ہے۔"

تکفیر کے ثابت ہونے کا طریقہ

اسلام میں بنیادی اصول دوسرے مسلمانوں کے قول و فعل اور اعتقاد کے بارے میں حسن ظن رکھنا ہے، لہٰذا کوئی بھی مسلمان فقط شک و شبہ یا دوسروں کی کسی بات کی تأویل کی بنا پر یا ان کی رائے کے ساتھ موافق نہ ہونے یا استدلال میں اختلاف وغیرہ کی بنا پر کسی کی تکفیر کا حق نہیں رکھتا، بلکہ مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ کسی بھی مسئلے میں اختلاف کی صورت میں اسلامی آداب و قواعد کے مطابق بحث و گفتگو کریں اور ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنا مدعا بیان کرنے میں کسی قسم کا خوف و خطر محسوس نہ کریں۔ یہ طریقہ کار اس وقت تک اپنایا جا سکتا ہے کہ جب تک اسلام کے کلی اصول و ضوابط کی پاسداری کی جائے۔ فقط اسی وقت کسی مسلمان کی تکفیر کی جا سکتی ہے کہ جب وہ مسلمہ عقائد کی نفی کرکے اپنی تکفیر کے اسباب فراہم کردے۔ وہ اس نفی و انکار کا اظہار دو طریقوں سے کر سکتا ہے:

۱۔ اپنے قول و کلام کے ذریعے

یعنی کوئی مسلمان واضح طور پر اپنی زبان سے توحید، رسالت، قیامت اور ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کرکے اپنی تکفیر کے اسباب فراہم کرے۔

۲۔ اپنے کسی فعل کے ذریعے وہ مذکورہ چار عقائد میں سے کسی ایک کا انکار کرے

اس کی بنیادی شرط یہ ہے کہ انکار کرنے والا شخص عاقل، بالغ اور پوری ذمہ داری اور مکمل آگاہی کے ساتھ مذکورہ عقائد میں سے کسی ایک کا انکار کرے خواہ اس کا یہ انکار دین کے ساتھ استہزاء کے طور پر ہو یا عناد وہٹ دھرمی کی بناء پر ہو۔ جیسا کہ صاحب جواہر لکھتے ہیں: "مسلمان کا اللہ تعالیٰ، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مقام رسالت سے استہزاء کرنا ارتداد کا موجب بنتا ہے۔" (7)

تکفیر کا حق کس کو حاصل ہے؟

کسی مسلمان کی تکفیر پر بہت سے فقہی و معاشرتی اثرات مرتب ہوتے ہیں، چونکہ کسی کی تکفیر کرنا، درحقیقت اس کی موت کا حکم صادر کرنے کے برابر ہے۔ اس لئے ہر شخص کو کسی دوسرے مسلمان کی تکفیر کا حق حاصل نہیں ہے۔ بلکہ فقط عادل اور اسلامی احکام سے آگاہ

فقہاء ہی دوسرے مسلمانوں کے کردار و گفتار کے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ جس شخص یا گروہ کی تکفیر کی جارہی ہے، اس کے بارے میں شرعی دلیل قائم کی جائے کہ یہ شخص یا گروہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور فقہی لحاظ سے اس سے وہ تعلقات برقرار نہیں رکھے جا سکتے جو ایک کلمہ گو مسلمان کے ساتھ رکھنے چاہیں۔ ورنہ بہت سی احادیث میں بلاوجہ کسی مسلمان کی تکفیر کرنے کی سخت مذمت کی گئی ہے اور اسے گناہان کبیرہ میں سے جانا گیا ہے۔

مسلمان کی تکفیر کے متعلق قرآن وسنت کے احکام

اسلامی معاشرے میں مسلمانوں کی تکفیر اور اُن پر کفر وشرک کی تہمتیں مسلمانوں کے درمیان عدم تفاہم اور بد اعتمادی کی علامت ہے۔ جس معاشرے میں دلیل واستدلال، صداقت واخوت اور بھائی چارے ومہربانی کے بجائے سوء ظن وبد بینی، کینہ وعداوت اور جاہ طلبی واستبداد کی فضا حاکم ہو تو اس معاشرے کے اجتماعی تعلقات دن بدن کمزور ہوتے جاتے ہیں اور اس کی بنیادیں کھوکھلی ہوتی جاتی ہیں اور وہ معاشرہ ایک دینی وایمانی معاشرے کے بجائے منافق وبے ایمان معاشرے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس معاشرے میں دشمنان اسلام وقرآن کے لئے کفر وشرک کے منصوبوں کی تکمیل کرنے کے تمام راستے ہموار ہو جاتے ہیں۔

دین اسلام نے ہمیشہ مسلمانوں کے درمیان مضبوط تعلقات برقرار رکھنے کی سعی کی ہے اور اُنہیں ایک دوسرے پر اعتماد کرنے اور ایک دوسرے کے نزدیک ہونے کی تلقین کی ہے۔ اسلام وقرآن کی تمام تعلیمات خواہ وہ عبادت سے متعلق ہوں یا معاش وسیاست سے، اُن میں اجتماعی روح اور باہمی روابط کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ قرآن کی آیات سے لے کر پیغمبر اکرم (ص) کی احادیث وفرامین اور سیرت وسنت تک تمام اسلامی تعلیمات میں مسلمانوں کو باہمی بھائی چارے اور ایک دوسرے پر اعتماد کی دعوت دی گئی ہے اور بلاوجہ کسی مسلمان کو مسلمین کے جرگے سے خارج کرنے اور اس سے کفر وشرک کی نسبت دینے کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کی چند آیات پیش کرنے کے بعد فریقین کی کتب حدیث و سیرت سے کچھ روایات بھی نقل کی جاتی ہیں:

قرآن اور مسلمانوں کے باہمی روابط

قرآن مجید مؤمنین کے درمیان الفت ومحبت کی برقراری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے:

”هُوَ الَّذِيٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔“

یعنی؛” وہی ہے جس نے تمہیں اپنی اور مؤمنین کی مدد سے تقویت پہنچائی اور ان کے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور اگر تم دلوں میں الفت پیدا کرنے کے لئے روئے زمین کی تمام چیزوں کو صرف کر دیتے تو ایسا نہ کر سکتے لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت پیدا کر دی، وہ توانا وحکیم ہے۔ (8)

”وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا۔“

یعنی؛”اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔ اللہ نے جو نعمت تمہیں عطا کی ہے، اس کی یاد سے غافل نہ ہو جانا۔ تمہارا حال یہ تھا کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، لیکن اس کے فضل وکرم سے ایسا ہوا کہ بھائی بھائی بن گئے۔“ (9)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے: ”اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔۔۔“ یعنی؛ ” مؤمنین تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔“ (10) ایک اور مقام پر قرآن مجید انتہائی واضح الفاظ میں اہل اسلام کی تکفیر سے نہی کرتے ہوئے فرماتا ہے: ”وَلَا تَقُوْلُوْا

لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔" (11) یعنی: " اور اس شخص کو جو صلح و اسلام کا اظہار کرتا ہے، اسے یہ نہ کہو تو مسلمان و مومن نہیں ہے۔" یعنی؛ "جو لوگ ایمان کا اقرار کرتے ہیں، انھیں خندہ پیشانی سے قبول کرلو اور ان کے قبول اسلام کے بارے میں ہر قسم کی بدگمانی اور سوء ظن سے صرف نظر کرلو۔" (12)

مذکورہ بالا آیات واضح طور پر مسلمانوں کے درمیان اخوت وبرادری کا رشتہ برقرار کر رہی ہیں اور اُنہیں اس رشتے اور تعلق کو باقی رکھنے کی تاکید کرتی ہیں۔ لہٰذا جو لوگ اپنے من پسند معیار کو دلیل بنا کر مسلمانوں کے درمیان اس تعلق ورشتے کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور اپنے معیار اور سیلقے کے اوپر منطبق نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی تکفیر کے ذریعے اُنہیں مسلمین کے جرگے سے خارج کرنا چاہتے ہیں، کیا وہ قرآن کے ان واضح احکامات کی خلاف ورزی نہیں کر رہے؟ قرآن کی انہی آیات اور احکام کی عملی تفسیر کرتے ہوئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے جانشین ائمہ اطہارؑ بھی اپنے فرامین میں مسلمانوں کے درمیان اسی ایمانی رشتے کو مضبوطی کے ساتھ قائم رکھنے کی تاکید فرماتے ہیں اور مسلمان کی تکفیر کو گناہ کبیرہ قرار دیتے ہیں:

کلمہ گو مسلمان کی تکفیر کی مذمت میں روایات

مسلمانوں کے درمیان اُخوت وبرادری کا رشتہ فقط ایک احساساتی اور جذباتی پہلو نہیں رکھتا بلکہ ایک ایسا پایدار اور اٹوٹ رشتہ ہے، جو ہر ایماندار شخص کی روح وجان کا حصہ ہے اور اس کی فردی ومعاشرتی زندگی کے تمام پہلوئوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ ایک مسلمان میں محبت واُخوت، مساوات و برابری اور تعاون وایثار جیسے تمام معاشرتی جذبات واحساسات اسی ایک رشتے اور تعلق کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ ان ایمانی جذبات واحساسات کی حفاظت کرے اور کوئی ایسا کلمہ وجملہ اپنی زبان پر جاری نہ کرے جس کی وجہ سے اس ایمانی تعلق ورشتے میں رخنہ پیدا ہوسکے۔

اس کے علاوہ ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کا احترام کرنا چاہیے اور اسلام وکفر کی حدود کو پہچاننا چاہیے تاکہ وہ کسی مسلمان کی طرف کفر کی نسبت نہ دے۔ چونکہ جو بھی توحید اور رسالت کی تصدیق کرتا ہے وہ مسلمان ہے۔ اس سلسلے میں فریقین کی کتب سے چند روایات ملاحظہ کیجئے: امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "۔۔۔الاسلام شهادة ان لا اله الا الله والتصديق برسول الله۔ به حقنت الدماء وعليه جرت المناكح والموريث۔۔۔" (13) یعنی: " اسلام نام ہے گواہی دینا توحید کی اور رسول کی۔ اسلام لانے سے خون محفوظ ہو جاتا ہے اور مناکحت درست ہو جاتی ہے اور میراث مل جاتی ہے۔" اسی مضمون کی حدیث بخاری سے بھی نقل ہوئی ہے۔ جس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"۔۔۔مَن شهد ان لا اله الا الله واستقبل قبلتنا وصلى صلوٰتنا واكل ذبيحتنا فذلك المسلم له ما للمسلم وعليه ما على المسلم۔۔۔" (14)

یعنی: " جو بھی توحید کی گواہی دے، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہماری طرح نماز پڑھے

اور مسلمانوں کے ذبیحہ کو کھائے، وہ مسلمان ہے لہٰذا جو کچھ مسلمان کے لئے یا اس کے اوپر ہے، اُس کے بارے میں بھی ہے۔"

لہٰذا کلمہ گو مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کا احترام کریں اور آپس میں محبت والفت قائم رکھیں۔ اسی سلسلے میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"يحق على المسلمين الاجتهاد في التواصل والتعاون على التعاطف والمواساة لاهل الحاجة وتعاطف بعضهم على بعض حتىٰ تكونوا كما امركم الله عزوجل رحماءُ بينهم۔۔۔" (15)

یعنی: ''مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے کے دل نزدیک کرنے کے لئے کوشش کریں اور محبت بھرے تعاون سے دریغ نہ کریں اور ضرورت مندوں کے ساتھ مواسات وہمدردی کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان'' رحماء بینھم '' کے مصداق قرار پائیں۔''

کتاب صحیح مسلم کے باب ''بیان حال ایمان مَن قال لاخیہ المسلم یاکافر'' میں آیا ہے کہ عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے، رسول اللہؐ نے فرمایا: جب کسی مرد نے اپنے بھائی کو کافر کہاتو وہ کفر دونوں میں سے کسی پر ضرور پلٹے گا۔ (16)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو کسی مسلمان پر کفر کی تہمت لگائے، مسلمان کی تکفیر، اُسے قتل کرنے کے برابر ہے''۔ (17)

علمائے امامیہ کے نزدیک حدود کفر واسلام

تمام اسلامی مذاہب کے علماء کی طرح علمائے امامیہ نے بھی اسلام وکفر کی حدود معین کرتے ہوئے کلمہ شھادتین کہنے والے کو مسلمان اور اس کے خون ومال وناموس کو محترم قرار دیا ہے۔ جیساکہ شیخ صدوق کتاب ''ھدایہ ''میں لکھتے ہیں:

''الاسلام ھو الاقرار بالشھادتین وھو الذی یُحقن بہ الدماء والاموال ومَن قال لا الہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ(ص) حُقن مالہ ودمہ''

یعنی: '' اسلام، شھادتین کی گواہی دینے کا نام ہے اور اس کے زریعے جان ومال محفوظ ہو جاتے ہیں اور جو بھی لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کہے اُس کی جان ومال محفوظ ہے۔''

اسی طرح شیخ مفید کتاب ''اوائل المقالات'' میں محقق'' شرائع ''میں، صاحب جواہر کتاب ''جواھر الکلام'' میں اور آیت اللہ حکیم ''مستمسک'' میں توحید ورسالت کی گواہی دینے والوں کو مسلمان جانتے ہیں اور ان کے خون ومال وناموس کو محترم سمجھتے ہیں۔

فقہ امامیہ میں کس کی تکفیر جائز ہے کس کی جائز نہیں؟

بعض گروہ یا مذاہب کہ جن کی تکفیر کے بارے میں فقہ امامیہ میں بحث کی جاتی ہے کہ ان میں سے کس کی تکفیر جائز ہے اور کس کی تکفیر جائز نہیں؟ فقہائے امامیہ کے نزدیک جن کی تکفیر جائز نہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ تازہ مسلمان

اگر کوئی تازہ تازہ مسلمان ہوا ہو اور پھر چار اسباب تکفیر میں سے کسی ایک کا مرتکب ہو جائے تو اس کی تکفیر جائز نہیں ہے۔ چونکہ ابھی وہ اسلام اور اُس کی بنیادی تعلیمات اور اصولوں سے پوری طرح آگاہ نہیں ہوا۔ لٰہذا کم معلومات کی وجہ سے اُس کی تکفیر جائز نہیں ہے۔

۲۔ منکر وصایت وجانشینی حضرت علی علیہ السلام

اگرچہ حضرت علی علیہ السلام کی وصایت وجانشینی کا عقیدہ مذہب امامیہ وشیعہ اثنا عشریہ کی ضروریات میں سے ہے، لیکن فقہائے امامیہ اس نص اور جانشینی کے انکار کی وجہ سے کسی مسلمان کی تکفیر کو جائز نہیں سمجھتے، چونکہ تمام معصومین علیہم السلام اور اُن کے بعد فقہائے عظام کی سیرت وروش یہی تھی کہ وہ تمام کلمہ گو مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ اسلامی معاشرت اختیار کرنے کی تاکید فرماتے تھے اور معصومینؑ کی سیرت اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس لئے اہل سنت کے چار مذاہب کے علاوہ دوسرے شیعہ وسنی فرقوں مثلاً زیدیہ، اسماعیلیہ، واقفیہ، حتیٰ (خوارج کے علاوہ) جن مسلمانوں نے جمل وصفین حضرت علی (ع) سے جنگ کی ہے، اُن کی تکفیر بھی جائز نہیں ہے اور وہ سب امامیہ کے نزدیک مسلمان ہیں۔ (18) جن گروہوں کی تکفیر کی جاسکتی ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ خوارج

وہ گروہ جس نے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے خلاف قیام کیا تھا اور حضرت علیؑ اور آپ کی پیروی کرنے والے دیگر مسلمانوں کو جنگ صفین میں تحکیم قبول کرنے کی وجہ سے واجب القتل قرار دیا تھا۔ فقہائے امامیہ خوارج کی تکفیر اس لئے کرتے ہیں چونکہ انہوں نے حضرت علی علیہ السلام اور دوسرے صحابہ کرام اور مسلمانوں کو واجب القتل سمجھا تھا۔ اسی طرح خوارج کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ''اِنَّھُم یَمْرُقُونَ مِنَ الدِّینِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھمُ مِنَ الرَّامی'' یعنی: ''یہ دین سے اسی طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔'' یہ حدیث بہت سی کتب حدیث و تاریخ میں ذکر ہوئی ہے۔ (19) للذا یہ حدیث بھی خوارج کی تکفیر کی ایک اہم دلیل ہے۔

۲۔ نواصب

یہ وہ گروہ ہے جو اہل بیت اطہار (ع) اور خاندان رسول (ص) کے بارے میں بغض و کینہ اور عداوت و دشمنی رکھتا ہے اور اُن کی محبت و مودّت سے اظہار بیزاری کرتا ہے۔ فقہائے امامیہ اُن آیات اور احادیث نبوی (ص) سے استناد کرتے ہوئے کہ جن میں اہل بیت اطہار (ع) سے محبت و مودّت اور ان کی اطاعت کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، اس گروہ کی بھی تکفیر کرتے ہیں۔

البتہ اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ امامیہ فقہاء کا نواصب کو کافر قرار دینے کا قطعاً مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اہل سنت والجماعت کے بارے میں بھی ایسی رائے رکھتے ہیں، بلکہ ایسا عقیدہ رکھنا سراسر غلط ہے، کیونکہ اہل سنت والجماعت اور نواصب میں فرق ہے اور ہمارے نزدیک اہل سنت میں سے کوئی بھی اہل بیت اطہار (ع) سے نفرت نہیں کرتا، بلکہ اُن کی محبت کو فرض سمجھتا ہے۔ عصر حاضر کے بعض ناصبی گروہوں نے اہل سنت کو مغالطے میں ڈالنے کے لئے خود کو اہل سنت ظاہر کرتے ہوئے امامیہ کے اس نظریئے کو اہل سنت کے بارے میں مشہور کر رکھا ہے، لیکن ہر پڑھا لکھا سنی مسلمان خود بھی جانتا ہے کہ ناصبیوں اور اہل سنت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس سلسلے میں ناصبیوں کے بارے میں خود اہل سنت علماء کی کتابوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔

۳۔ بت پرست، ستارہ پرست اور دھریہ فرقہ

ان لوگوں کی تکفیر کے بارے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں چونکہ یہ بتوں، ستاروں اور دھر کی خالقیت کے قائل ہیں۔ للذا فقہائے امامیہ توحید پروردگار کے منکرین کے کفر پر اجماع رکھتے ہیں۔

۴۔ مُجسّمہ و مشّبھہ

یہ وہ لوگ ہیں جو دیگر مخلوقات کی طرح اللہ تعالیٰ کی جسمانیت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ جس کی تفصیل کلامی کتب میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ان کے کفر پر بھی فقہائے امامیہ کا اجماع ہے۔

۵۔ مُجَبّرہ

اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ انسان کسی قسم کا اختیار نہیں رکھتا اور خدا اُس سے ہر اچھا بُرا کام جبراً کراتا ہے۔ اس قسم کے عقیدے کی بازگشت اللہ تعالیٰ کے عادل ہونے کی نفی اور (نعوذ باللہ) اس کے ظالم ہونے کی طرف ہوتی ہے۔ اس گروہ کی تکفیر کے بارے میں علمائے امامیہ میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ بعض کا کہنا ہے چونکہ ان کے اس عقیدہ کا لازمہ بنیادی ترین ضروریات دین کا انکار ہے، للذا ان کے کفر کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ لیکن بعض دوسرے فقہائے امامیہ ،ان کے اس عقیدے کو باطل جاننے کے باوجود ان کی تکفیر کا حکم نہیں لگاتے چونکہ یہ لوگ اپنے فہم کے مطابق قرآن کی بعض آیات (مثلاً سورۂ بقرہ کی آیت: ۱۳۴، ۱۸۶، سورۂ انعام کی آیت: ۱۶۴ اور سورۂ طور کی آیت ۲۱) کو اپنے عقیدے کی دلیل قرار دیتے ہیں، اگرچہ وہ ان

آیات کی تفسیر میں عقلانیت کو مد نظر نہیں رکھتے۔ لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت، قیامت کے ثواب و عقاب پر ایمان رکھتے ہیں، اس لئے اُنہیں کافر نہیں کہا جاسکتا۔

البتہ اس عقیدے کے معتقدین میں اشعری مذہب کے پیروکار کی تعداد زیادہ ہے جو اہل سنت کے کلامی مذاہب میں سے ہیں۔ اس کلامی گروہ کے بارے میں ائمہ اطہار علیہم السلام اور اُن کے پیروکار فقہائے عظام کی سیرت و روش کو دیکھا جائے تو وہ انہیں مسلمان ہی سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ فقہی و کلامی بحث و مباحثہ کے باوجود اسلامی معاشرت کے قائل تھے۔

۶۔ مفوّضہ

یہ جبریوں کے بالکل برعکس عقیدہ رکھتے ہیں اور انسان کو اپنے تمام افعال کا ذمہ دار سمجھتے ہیں۔ اس گروہ کی بھی جبریہ کی مانند اپنے عقیدے کے عقلی لازمے پر اعتقاد نہ رکھنے کی صورت میں تکفیر نہیں کی جاسکتی اور ان کے ساتھ بھی فقہاء مسلمانوں والا رویہ اختیار کرنے کی تاکید کرتے ہیں، چونکہ یہ بھی کلمہ شہادتین کی وجہ سے جرگہ مسلمین میں شامل ہیں۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کو دشنام دینے والے

تمام مسلمان مذاہب کی طرح امامیہ بھی اللہ تعالیٰ کو دشنام دینے والے اور استہزاء کرنے والوں کے کفر پر اتفاق نظر رکھتے ہیں۔ اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

"قُلْ اَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ۔ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ"

یعنی؛ "کہہ دیجئے! کیا اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں، تم بہانے نہ بناؤ یقینا تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے۔" (20)

۸۔ پیغمبر اکرم (ص) کو دشنام دینے والا

تمام مسلمانوں کا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دشنام دینے والے کے کفر پر اجماع ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص آپ (ص) کے ساتھ کوئی بُری اور ناروا بات منسوب کرے یا آپ کی ازواج میں سے کسی ایک کی طرف (نعوذ باللہ) زنا و بدکاری کی نسبت دے، وہ کافر اور واجب القتل ہے۔

۹۔ ائمہ طاہرین اور حضرت فاطمہ الزہراء علیہم السلام کو دشنام دینے والا

ان ذوات مقدسہ کو دشنام دینے والے کے بارے میں بھی فقہائے امامیہ کا اجماع ہے کہ وہ کافر اور واجب القتل ہے۔

۱۰۔ انبیائے کرام علیہم السلام کو دشنام دینے والا

خواہ اولوالعزم انبیاء ہوں یا غیر اولوالعزم کو دشنام دینے والا بھی تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے۔

۱۱۔ ملائکہ اور فرشتوں کو دشنام دینے والا

ملائکہ کے دشنام دہندہ کی تکفیر بھی جائز ہے۔

۱۲۔ ہتک حرمت اسلام

تمام فقہائے امامیہ کے نزدیک جو شخص بھی اپنے کسی قول و فعل کے ذریعے دین اسلام کی توہین کرے اور دوسرے مسلمانوں کے سامنے اسلامی تعلیمات کو سبک و پست کہے کہ جس سے اسلام کے بارے میں بدگمانی پھیلے تو ایسے شخص کی تکفیر بھی جائز ہے۔

۱۳۔ غلات

ایسے مسلمان جو حضرت علی علیہ السلام اور دوسرے ائمہ معصومین علیہم السلام کے بارے میں افراط پر مبنی عقیدہ رکھتے ہیں اور ان ذوات مقدسہ کے بارے میں ایسے خیالات کا اظہار کرتے ہیں جو انہیں اُلوہیت (خدائی) کے درجے تک پہنچا دیتے ہیں۔ ان کی تکفیر کے بارے میں فقہائے امامیہ کا اجماع ہے۔ اور ان کی تکفیر کی سب سے بڑی دلیل خود امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی سیرت وروش ہے چونکہ حضرت علی (ع) اور دوسرے ائمہ طاہرین علیہم السلام نے ان غالیوں کی تکفیر کی ہے اور ان کے عقائد سے برائت کا اظہار فرمایا ہے۔ ائمہ طاہرین علیہم السلام سے منقول روایات کی وجہ سے تمام شیعہ فقہاء نے بھی غلات کی تکفیر کی ہے۔ چنانچہ امام خمینیؒ اس بارے میں لکھتے ہیں:

"واما الغالی فان کان غلوہ مستلزماً لانکار الالوهية او التوحيد او النبوة فهو کافر والافلا۔" (21)

یعنی: "لیکن جہاں تک غالی کا تعلق ہے تو اگر اس کا غلو انکار خدا، انکار توحید یا نبوت کے انکار کا موجب بنے تو وہ کافر ہے، وگرنہ کافر نہیں ہے۔"

اسی طرح غالیوں سے متعلق ایک سوال کے جواب میں آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای لکھتے ہیں:

"القول بألوهيّة مولی الموحّدين (عليه الصلاة والسلام) عقيدة باطلة، وموجبة لخروج المعتقد بها من الاسلام، والمساعدة علی ترويج هذه العقيدة الفاسدة حرامٌ، مضافاً إلی أنّه لا يجوز صرف المال المنذور في غير جهة النذر۔" (22)

یعنی: "مولائے موحدین (حضرت علی علیہ السلام) کو خدا ماننے کا عقیدہ باطل ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا اسلام سے خارج ہے۔ ایسے فاسد عقیدے کی ترویج میں مدد کرنا حرام ہے، مزید یہ کہ اگر مال کو کسی خاص مورد کے لئے نذر کیا گیا ہو تو اسے کسی دوسری جگہ پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

*****

حوالہ جات

1۔علامہ وحید الزمان، لغات الحدیث، کتاب ''ک''

2۔سورۂ بقرہ،۱۷۷

3۔سورۂ بقرہ،۲۲۸

4۔سورۂ نساء،۵۹

5۔ خمینی، روح اللہ، تحریرالوسیلہ ،ج ا،ص۲۱۰

6۔خامنہ ای، علی، اجوبۃ الاستفتاءات ، ج ا، ص۱۹۵

7۔فرھنگ فقہ، ج ا، ص ۴۶۳، بحوالہ جواھر الکلام، ج ۴۱، ص ۶۰۰

8۔سورۂ انفال ، ۶۲

9۔سورۂ آل عمران ، ۱۰۳

10۔سورۂ حجرات ،۱۰

11۔سورۂ نساء ، ۹۴

12۔مکارم، شیرازی، تفسیر نمونہ، ج ۴، ص۵۷، مترجم سید صفدر حسین نجفی

13۔کلینی، اصول کافی، ج ۲، ص۲۵ الطبعۃ القدیمۃ

14۔شرف الدین، فصول المھمہ، ص ۱۳، بحوالہ صحیح بخاری

15۔عاملی، شیخ حر، وسائل الشیعہ ج ۸، ص ۵۵۲

16۔ صحیح مسلم شریف، جلد اول، ص۱۶۶، مترجم علامہ وحید الزمان
(ترجمہ علامہ وحیدالزمان، ناشر: خالد احسان پبلشرز لاہور، اگست ۲۰۰۴ء)

17۔ مجلسی، باقر، بحار الانوار، ج ۲۷، ص۲۰۹

18۔تفصیل کے لئے دیکھئے: دائرۃ المعارف تشیع، ج ۵، ص ۴۷، ۴۸

19۔تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ) ج ۴، ص۲۷۲ (اُردو ترجمہ، نفیس اکیڈیمی، کراچی)
سیرت امیر المومنین، مفتی جعفر حسین، ج۱، ص۲۴۴، بحوالہ بخاری، ج۴، ص ۱۳۴)

20۔سورۂ توبہ، آیت ۶۲

21۔ خمینی، روح اللہ، تحریر الوسیلہ، ج ا، ص ۲۱۳

22۔خامنہ ای، علی، اجوبۃ الاستفتاءات ، ص۹۷